اِک دیا اور بجھا اور بڑھی تاریکی

آہ! مولانا احمد علی رحمہ اللہ!

تحریر: محمود مرزا جہلمی چیف ایڈیٹر ہفت روزہ ''صدائے مسلم'' لاہور

لیہ کا علاقہ، جہلم ونواحِ جہلم میں مسلک اہل حدیث کیلئے بڑا فیض رساں ہوا ہے۔ حضرت مولانا حافظ عبدالغفور مرحوم ومغفور بھی اسی علاقہ سے اٹھ کر جہلم میں مسکن گزیں ہوئے (حضرت حافظ صاحب کا اصل تعلق تو فتح پور بنگلہ گوگیرہ اب ضلع اوکاڑہ سابقہ منٹگمری سے تھا مگر لیہ کے گردونواح میں بھی کافی عرصہ خطابت کے فرائض سرانجام دیے) اور اپنے حسنِ نیت اور برکتِ عمل سے خدمتِ اسلام میں ایسے فقید المثال کارنامے سرانجام دے گئے جو ابدالآباد تک ان شاءاللہ یاد گار رہیں گے۔ حضرت حافظ صاحب کے پاس ان کے ایک قریبی عزیز، وہیں سے دارالحدیث جلال پور پیروالا کے فارغ التحصیل ایک صالح نوجوان اور درویش صفت عالم باعمل مولانا احمد علیؒ بھی آئے۔ انہیں جامعہ علوم اُثریہ میں تدریس حدیث کی مسند پر بٹھایا۔ یہ غالباً 1985ء کا ذکر ہے۔ مولانا احمد علی مرحوم کے دل میں ابھی تحصیل علم کا شوق چٹکیاں لے رہا تھا۔ وہ خواہاں تھے کہ مسند تدریس سے اتر کر کسی نہایت ہی باوقار مکتب میں ایک بار پھر زانوئے تلمذ تہہ کریں۔ حافظ صاحب مرحوم نے ان کی علمی تشنگی کو سچا پایا اور ان کا داخلہ جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ میں کرادیا جہاں سے سند فراغت لے کر واپس آئے۔ اب ان کا شمار ایسے علماء میں ہونے لگا جن کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی تھی۔ جامعہ ام القریٰ کا نام دنیائے علم میں بڑا باوقار ہے اور جب وہ واپس آئے تو بے شمار مدارس اور جامعات میں ان کی طلب کے دروازے کھل گئے مگر وہ پاس عہد کرتے ہوئے سیدھے جامعہ علوم اُثریہ میں واپس آئے اور توکل کا تکیہ لگا کر ایسے بیٹھے کہ پھر یہاں سے ان کا جنازہ ہی اٹھا۔ مولانا موصوف جامع الکمالات تھے۔ پہلا کمال، مسنون خاکساری، دوسرا بے غرضی، تیسرا بے نفسی۔ یہ تھے مولانا احمد علی مرحوم۔ ہمہ تن تدریس اور غیر تدریس سے لاتعلق، دنیا ومافیہا سے بے خبر اپنے کام سے کام اور بس۔ دانش مندوں کا روائتی عجب ان سے کوسوں دور تھا۔ وہ بڑے عالم تھے مگر ان کو ہیئتِ عاجزانہ میں دیکھ کر کوئی شخص یہ نہ کہہ سکتا تھا کہ وہ دنیا کے نہایت ہی ممتاز جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ کی سندِ فضیلت کے حامل ہیں۔ مزید کی طلب سے بے نیاز اور موجود پر قانع، یہ ان کی شخصیت کا طرۂ امتیاز تھا۔ بحث ومجادلہ سے نفور اور نمود ونمائش سے دور تھے۔ دورانِ تدریس علمی نکات کی وضاحت بڑے عالمانہ انداز میں کرتے تو لوگ حیران رہ جاتے کہ آیا یہ وہی خاموش طبع شخص ہے جو مسند تدریس پر علم کے سمندر بہا رہا ہے۔ مکہ مکرمہ سے 1998ء میں واپس آئے تو جامعہ علوم اُثریہ میں تمام علوم پڑھانے لگے، یوں وہ ہر میدان کے ماہر تھے البتہ منصب ان کا

نائب شیخ الحدیث تھا۔ اپنے تلامذہ میں بڑے محترم اور اساتذہ میں موٴقر تھے۔ اطاعتِ امیران کے خمیر میں تھی مگر حق گوئی میں تیغ بے نیام تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سات بیٹے عطا فرمائے۔ بڑا بیٹا کوئی اٹھارہ سال کا ہے۔ اپنے پیچھے اولاد کیلئے کوئی ترکہ نہیں چھوڑا۔ جامعہ کی فضائیں ہی ان کا ورثہ ہیں یا سینکڑوں شاگرد جو ملک کے طول وعرض میں پھیلے ہیں۔ مولانا کو ایک سال پہلے یرقان ہوا، علاج میں تساہل کرتے رہے۔ کچھ دیسی علاج کرایا اور پھر اسے بھول گئے۔ مرض اندر اندر پھیلتا رہا۔ ہیپاٹائٹس کو خاموش دشمن کہا جاتا ہے یہ دشمن خاموشی سے اپنا کام کرتا رہا اور وہ کتابوں کی دنیا میں گم رہے تا آنکہ جگر مکمل طور پر بے کار ہو گیا اور وہ کٹے ہوئے درخت کی طرح ایک دن اچانک مسند تدریس سے اٹھ کر بستر علالت پر جا لیٹے۔ اسلام آباد کے پمز ہسپتال میں داخل کرائے گئے۔ بے رحم ڈاکٹروں نے اپنی روائتی بے رحمی کے جوہر دکھائے۔ چند دن داخل رکھا اور پھر سرسری سی ادویات دے کر خارج کر دیا۔ مگر ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

شدت مرض کے پیش نظر پھر وہاں لے جائے گئے اور وہیں چند دن موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا رہ کر مورخہ 12 فروری بروز جمعۃ المبارک داعی اجل کو لبیک کہا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اس دنیائے فانی میں 45 سال قیام کیا اور خدمتِ اسلام کے سوا کوئی کام نہ کیا۔ نماز جنازہ شیخ الحدیث مولانا محمد اکرم جمیل صاحب مدظلہ العالی نے پڑھائی اور رقت کے ساتھ دعائیں پڑھیں۔ مولانا کے شاگردانِ گرامی دور دور سے اپنے استاد محترم کے آخری دیدار اور جنازہ میں شرکت کیلئے آئے۔ لاہور سے میاں جمیل صاحب بھی تشریف لائے۔ مقامی اور غیر مقامی علمائے کرام کی معتد بہ تعداد کی موجودگی میں انہیں لحد میں اتارا گیا۔ یوں مطلع اسلام پر چمکنے والا یہ کوکبِ تاباں اپنی تابانیاں دکھا کر غروب ہو گیا۔ ان کی زندگی قناعت پسندی کی زندگی تھی مگر ہزاروں لوگوں کیلئے قابلِ رشک تھی۔

تمنا ہے کہ اس دنیا میں کوئی کام کر جاؤں اگر کچھ ہو سکے تو خدمتِ اسلام کر جاؤں

وہ اپنی یہ تمنا پوری کر گئے۔ ان کے لائق شاگرد، ان کیلئے صدقہ جاریہ ہیں۔ ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کی قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنائے۔ انہوں نے جو خدمت قرآن اور حدیث کی ہے وہ عنداللہ ماجور ہو اور وہ مغفور ہوں۔ آمین۔ وہ متاخرین سلف صالحین میں سے تھے۔ ایسے پاکباز لوگوں کی رحلت اور ایسے بلند پایہ علماء کی وفات پر یقیناً ''موت العالِم موت العالَم'' صادق آتا ہے۔